

تحریک آزادی کا گمنام شاعر خواجہ عبدالرحیم عاجز

خواجہ عبدالرحیم عاجز امر تسری (۱۸۹۰ء تا ۱۹۵۳ء) شمع آزادی کے بے لوث پروانے، جاں نثار اور بسترنیں اردو، پنجابی شاعر تھے۔ ان کی عوایی شاعری کو آزادی کی تحریکوں میں نمایاں حصہ لیتے والے ربمناؤں نے پسند فرمایا اور کئی علمیں داش ورولوں نے مختلف جلوسوں میں انہیں دل کھوں کر داد دی۔

پسند آزادی پسندی، انقلابی نظریات اور انگریز دشمنی کی بنا پر انہیں بارا جیل جانا پڑا۔ قید و بند کی صوبتوں نے خواجہ صاحب کی شخصیت میں مزید تکھارا پیدا کیا۔ چنانچہ یہ شاعر تحریک آزادی کا ایک زریں باب ر قلم کر گیا۔

عاجز کے والد خواجہ عبدالرحیمان امر تسری میں پیشیے کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ شمسیر سے آکر امر تسری میں آباد ہوتے تھے۔ امر تسری کے محلہ کلڈھہ مہال سگنگہ میں عبدالرحیم ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے (۱) جب بلوغت کی عمر کو ہٹپتے تو ۱۹۱۰ء میں انہوں نے والد کا کاروبار سنبھالا۔ ۱۹۱۹ء میں جیلانوالہ باغ کے سانحہ کے بعد خواجہ عبدالرحیم نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی ایک قبری سے مٹاڑہ بُو کسیاں میدان میں قدم رکھا۔ (۲) وہ ابتدائی دنوں میں جلوسوں میں مولانا ظفر علی خان اور محمد اسماعیل مشائق کی نظیں پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں ہابو کرم امر تسری سے پنجابی شاعری میں اصلاح لینا شروع کی۔ (۳)

خواجہ عبدالرحیم عاجز..... آزادی کے تکھاری تھے۔ انہوں نے اسیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مجلس احرار کے دوسرا سے ربمناؤں کے ساتھ مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی، سماجی اور مذہبی آزادی کے لیے جدوجہد کی۔

چالیس برس پہلے خواجہ اپنی جوانی میں بی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی آواز پر دیوانہ وار گھر بار چھوڑ کر سیاست کی وادی پر خار میں کوڈ پڑھتے تھے اور اس کے بعد جو قدم اٹھ گیا وہ کبھی واپس نہ ہوا اور یہیں برس تک وہ سیاست کے سردو گرم کے تھیڑے کھاتے رہے لیکن میدان ھٹت سے بٹھے کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔ (۴)

خواجہ عبدالرحیم عاجز نے ایک غلص کارکن اور عوایی انقلابی شاعر کی حیثیت سے اپنی مجاہداتہ صلاحیتوں کا بھر پور اظہار کیا۔ اس کے لیے انہیں قید و بند کی صوبتوں کے ذریعے لوگوں میں خلائق کا طوق ایسا رکھنے کا جذبہ بیدار کیا۔ ایکٹ کے خلاف تحریک میں ۱۹۲۱ء کے قریب انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں دو برس جیل میں گزارنا پڑھے۔ چنانچہ انہوں نے اردو اور خاص طور پر پنجابی شاعری کے ذریعے لوگوں میں خلائق کا طوق ایسا رکھنے کا جذبہ بیدار کیا۔ عاجز نے جیلوں میں ہونے والے ظلم اور لوگوں پر پولیس اور انگریزوں کے ظلم و تشدد کے خلاف بھر پور اتحاج کیا اور مسلمانوں کو درس آزادی دیا۔ انہوں نے سیاسی جلوسوں میں اپنے لمن اور شعلہ بیانی کے ذریعے انگریز راج کے خلاف ایک فضائیم کرنے میں مدد دی۔ وہ عوایی زبان میں عوام کے مسائل بیان کرتے اور ان میں آزادی کا جذبہ اور ولود بیدار کرتے، انہیں خواب غلطت سے چلانے کے لیے عاجز نے رجزیہ انداز اقتیار کیا۔ اپنے ترجمہ اور عوایی آواز کی ترجمانی کرتے ہوئے لوگوں میں انگریز دشمنی، مسلمانوں کے اندر صیش و عورت کی زندگی رُنگ کرنے، بُری رسوم

کو چھوڑنے اور دوسری سماجی برائیوں کے خاتمے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہیں سیاسی و سماجی مسائل کا شعور تھا۔ تحریک خلافت، مسکے لکھنیر اور قادریانی فتنے کے سلسلے میں ان کی نظریں ایک "تاریخی حوالہ" مانی جاتی ہیں۔ وہ پچھے مجب وطن اور پیارے رفیق کارتے بدشی حکومت کو لکھ سے بے دخل کرنے میں ان کا نامایاں حصہ ہے۔ جو شاہراہ آزادی پر بھیش رزگار اور جواہر نگار رہے گا۔ آپ پنجابی کے پر سوز شاعر تھے۔ آپ کی شاعری دللویز تھی۔ سوزو گداز کے علاوہ اس میں رلکیتی اور لونچ تھا۔ وہ چند لمحات میں عوام کو سفر کر لیتھتے اور ان کے اندر قربانی کی بے پناہ روح پھونک دیتے تھے۔ (۵)

خواجہ عبدالحیم عاجز کی نظموں میں جو آزادی پسندی نظر آتی ہے اس پر اسلامی رنگ غالب ہے۔ اپنی ایک اردو نظم میں ذمہتے ہیں۔ (۶)

بم جیل کو اے عاجز نغمہ اپنا بنا لیں گے
جب نک ن خلافت کو غیروں سے چھڑا لیں گے
کفار کا قبضہ ہو اللہ کے نغمہ پر کیوں
بم جان لڑا دیں گے پر اس کو چھڑا لیں گے
سامن کھش کے حوالے سے عاجز کارڈ عمل ان کی سیاسی بصیرت کی علاسی کرتا ہے۔ (۷)
شرطی کی ہازی ہے یہ سامن کا سفر بھی
ہے جال بگڑنے کا انہیں بات کاذر بھی
خواجہ عبدالحیم عاجز آزادی کے سلسلے میں مسلمانوں کو دعوت عمل دیتے ہیں۔ (۸)
اٹھ مسلمانوں توں کر آزاد بندوستان نوں
ایس غلامی توں چھڑا ملے حضرت انسان نوں

یہ موضع ان کی نظموں میں تواتر سے آیا ہے اور ان کی شہرہ آفاق نظم "نت دی غلی کولون جیل چنگی پیا ریا" ہے یہ وہ نظم ہے جس پر خواجہ عبدالحیم کو ایک سال کی سزا ہوئی۔ اس نظم میں وہ صحیح سورے کو توں میں جا کر حاضری دینے والے سپاہی کو احساس دلاتے ہیں کہ تم غیروں کے آگے جھکتے ہو اور تمیں خدا یاد نہیں۔ بہتر ہے کہ سدا کی غلی کا طوق اتنا پھونکو جائے اس کے لیے تمہیں جیل یہی کیوں نہ جانا پڑے۔

اٹھ فبرے توں وردی پاؤں
پا۔ وردی کو توں جاؤں
غیراں اگے سیں نواویں
مولیٰ کیوں وساریا

(۹)

خواجہ عبدالحیم عاجز کی شاعری میں ایک پیغام ایک جذبہ اور دعوت عمل ہے۔ وہ خاص طور پر نوجوان نسل کو آزادی وطن کی جدوجہد میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

آجاوہ ملک دی خدمت کرن نوں یارو نس نس کے

ڈبدی ملک دی کڈھ لو کھنچی سکراں کس کس کے

ان کی شاعری میں وطن پرستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ۱۹۳۰ء میں ہوشیار پور کے ایک مشاعرے میں انوں نے۔ اپنی نظم "پیارا وطن" پڑھ کر نو گول کے دل مودہ لیے:

مکنواب تے بدل دے عملان نوں

وار میں میں سورت دی نلی اتوں

میں تاں ستان والا تاں نوں کراں صدقے

اپنے وطن دی نکی جی گلی اتوں

میرا وطن کیہ سونے دی کان اے تاں

اس نوں لٹیا کنیاں بپار کر کے

آیا ایہدی فیاضی وچ فرق نایس

لے گئے جو یاں کی مکار بھر کے

سارا یورپ نے لواں بتادے وچ

اس دے پلے دی لکڑی بھی اتوں

۱۹۳۰ء میں ڈو گرہ راج کے خلاف تحریک میں پنجاب کے مسلمانوں نے کشیری مسلمانوں سے ملی رشتہ استوار کرتے ہوئے کشیری مسلمانوں پر ڈھانے جانے والے ٹلیم پر بھر پور انداز میں احتجاج کیا۔ خواجہ عبدالحیم عاجز نے اپنی شعری صلاحیتوں کو کامیں لاتے ہوئے کشیر کے مظالم عوام سے یک جھنی کا انخلاء کیا۔

اپنی کتاب "کشیریاں دی چھٹی خدادے نام" میں (جس میں) دو نظمیں شامل ہیں۔ ایک کشیر کے حوالے سے اور دوسرا مسلمانوں کی حالت زار اور بھوگی طور پر انہیں بری رسیں چھوڑ دینے اور اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی دعوت حق دی گئی ہے۔

خواجہ صاحب کی کشیر کے حوالے سے لکھی گئی نظم موجودہ حالات پر بھی صادق ہے۔ (۱۲)

چھٹی نام خدا دے لے جا شاہ سوارا

آجھیں کشیر انجوں طلا خونی فوارہ

ریاست کشیر میں مسلمان اکثریت کا حق خود ارادت کا تعریف کشیر تحریک بن گیا جس میں ہزاروں فرزندان توحید شامل تھے۔ خواجہ صاحب ۱۹۳۱ء میں جیل سے رہا بور کر آئے تو پنجاب کے مسلمان کشمیری جائیوں کے بم آواز تھے۔

اللہ مسلمان کشیر نوں جائے

دکھیا بھیا دا درد وندیاۓ (۱۳)

خواجہ صاحب کی شاعری میں کشیر کے ساتھ ساتھ فلسطین کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی آزادی کے خواہان نظر آتے تھے۔ انہوں نے اس وقت کے حالات اور سیاسی سوچ کو بھی اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ سیاسی شاعری کی جور و ایت مولانا ظفر علی خان نے اردو میں اور استاد محمد اور استاد بابو کرم نے پنجابی میں شروع کی تھی، خواجہ عبدالحیم عاجز نے اس روایت کو چار چاند لگائے۔ جدید عمد میں استاد دامن نے پنجابی میں حبیب جاہب نے اردو میں اس روایت کو آگے بڑھایا بعض خداوے سے لمحاتی شاعری کہتے ہیں۔ جو بیٹے گئے اور سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ لیکن شاعری کو ایک بستیار کے طور پر استعمال کرنے والوں کے نزدیک اسی تقتیہ بے اثر ہوتی ہے۔ ان بھائی نظموں کی اصل طاقت اس وقت درکھنے والی بھوتی ہے جب ناسوافق حالات میں یہ ہزاروں کے اجتماع میں پڑھی جاتی ہیں اور عوامی بھر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

خواجہ عبدالحیم عاجز کی نظمیں اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔

مشلاً عاجز صاحب کی پہلی نظم جو تحریک خلافت میں خاصی مشور ہوئی۔

بسنو، بیسیو، مايو،

بٹ جاؤ مال ولائی ليو

یا پھر جیسا نوالہ باغ میں پڑھی گئی نظم جس میں بندو سلم فادات سے مکدر ہونے والی فضنا کو نارمل کرنے کی تھی۔ یہ نظم اماں بی نے ذاتی خرچ پر شائع کرو کے پورے پنجاب میں تقسیم کرائی۔ (۱۴)

اسی طرح وہ تاریخی نظم بھی حوالے کے طور پر پیش کی جائیگی ہے جو آریہ سماج کے تحت شائع ہونے والے ایک اخبار "ملنگ" میں ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

مولانا ظفر علی خان نے عاجز سے ان اشعار کا جواب پنجابی بی میں لکھنے کی فرمائش کی۔ (۱۵)

بندو قوم دے لال تے بیر بائکے اور گنگ زیب نوں چنے چباون والے

اپنے دھرم ایمان دی رکھیا لئی سوبھی تیخ دا جو بر دکھان والے

سر توڑ کے ظالم ملیاں دا سکھ اپنے رعب دا پاؤں والے

شدھی سنگھٹن دی نے تلوار سمجھ بھتی علم دی اسکوں مٹاون والے

عاجز نے مولانا ظفر علی خان کی صدارت میں دبی دروازہ کے باہر ملے ہیں اس کے جواب میں یہ نظم پیش کی۔ (۱۶)

تھی کتوں جم پے گھر بندووال دبے اور نگ رزب نول چنے چھاون والے
 کس دن ہوئے سو ذرا سمجھاؤتے سی جو بر تج دے تھی دکھاون والے
 تھی جو کجھ ہو تھا نول اسی جانتے بال لوکاں تائیں نہیں راز سنان والے
 خوشی نال اسلام دے خادماں نئی دھیان تائیں وع وُلیاں پان والے
 اچ توں نہیں دنیا جد توں ہوئی پیدا رہے مٹھ توں جتیاں کھان والے
 یہ "جواب آں نظم" عاجز کی حاضر جوابی کا جہاں من بوکا شہوت ہے۔ وباں اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے
 کہ وہ مسلمانوں پر لکائے جانے والے الزامات کا من توجہ جواب دننا جانتے تھے۔
 عاجز کی نظم "شان پیس" میں وہ مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی بری عادات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ
 ایک مثالی قوم کے طور پر دنیا میں اپنا مقام پیدا کر سکیں۔ اس نظم میں وہ ایک ناسخ کے طور پر مسلمانوں سے کہتے
 ہیں کہ پہنچ کے پھری بختے کی بجائے پہنچ کے ابجیت اور شان کو سمجھیں تاکہ زندگی میں کسی مقام پر انہیں پہنچانا
 پڑے۔ خواجہ صاحب نے اپنے مختلف اشعار کے ذریعے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مظاہر کے طرق کو اتار
 پہنچکریں اسی لیے کہ ایک طرف ینانے کی نظر میں دانشمندی نہیں دوسرا طرف مسلمانوں کی ترقی میں حائل یہ
 بہت بری رکاٹ ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دولت کے حصول کے ساتھ ساتھ برد م خوف خدا بھی جو نا
 چاہیے۔ اور اس دولت کو بیواؤں پتھروں اور ماسکینین پر خرچ کیا جانا جائیے۔

دولت مند بن کے خدمت گار بنو

تھی غمازی، مجاهد احرار بنو

نہ فرعون دے وانگ غدار بنو

(۱۷) اسال تھا نول ایو سمجھاؤنا

کتاب "نام کا مسلمان" میں خواجہ عبدالحیم عاجز نے "مسلمانوں کی حالت زار" کے اردو عنوان سے پنجابی
 نظم تحریر کی ہے اس نظم میں مولانا عالی کی "سدس" کی بازگشت ملتی ہے اور مسلمانوں کو ایک مضبوط و سمجھکم قوم
 کی حیثیت سے دیکھنے کا خواب، جاہ جاظر آتا ہے۔

سابنوں بدل گیا رب رسول

چھڈے دین دے تائیوں اصول

اجڑیاں مسجدال نگیں آباد

آپس وع علماء افساد

(۱۸) کیوں نہ بوسے قوم برہاد

خواجہ عبدالرحیم عاجز نے اپنی کتاب "خادم دین" میں مسلمانوں کے درمیان ترقہ پھیلانے والوں کا خوب محسوسہ کیا ہے۔ قادری فتنے کے بارے میں ان کا موقف بڑا واضح تھا۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ مسلمان میں اس فتنے کو کاشت کرنے والی برٹش سرکار تھی۔

خود کاشتے ہے پوذا ایسہ برٹش سرکار دا

(۱۹) ہے کتا بھی چٹلا سائیں مدنی درہار دا

خواجہ صاحب کا بیشنتر کام بکھرا پڑا ہے اور ان کی اہم نظموں کا ذکر مختلف مضمون ٹھاروں اور تذکرہ ٹھاروں نے کیا ہے۔

حافظ عبدالرشید ارشد نے اپنے ایک مضمون میں عاجز کی دو نظموں کا حوالہ دیا ہے۔ آزادی کے حوالے سے لکھی گئی یہ نظم ۱۹۳۷ء میں ملٹی جاندہ ہریں مشم پور کے ایک جلسے میں پڑھی گئی جس کا پھلاشر یوں تھا۔ (۲۰)

راتیں ستیاں پیاں ہنوں اک خواب آ گیا

گئے بدشی اسکو ایسے انقلاب آ گیا

(۲۱) مضمون میں دوسری نظم جس کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے دو شعر درج میں۔

اوہ مسلمانان کدم ر گئی اج سلامی تری

دین لئی ہوندی وقت سی کدی زندگانی تری

لے گئی سی روہڑ کے پرست کفر دے بے شار

آئی سی جد عرب ولون چڑھ کے طغیانی تری

آخری دنوں میں وہ معاشری طور پر انتہائی بدحالی کی زندگی گزارتے رہے۔ مگر اس غم کو زبان پر نہ لاتے اور دکھ کو اندر بروایت کرتے رہے آفر کار یکم میں ۱۹۵۳ء کو خواجہ عبدالرحیم عاجز اپنے محبوب حصہ سے جاتے۔ (۲۲)

مأخذ

۱۔ مولانا بخش گٹتہ، پنجابی شاعر اعلیٰ دامت ذکرہ، ص ۷۰

۲۔ جانباز مرزا، تبصرہ، مابنامہ، جلد نمبر ۱، شمارہ ۱۹۶۰ء، ص ۱۹ (۳۳)۔ ایضاً

۳۔ عبد اللہ ملک، مضمون (تبصرہ مابنامہ) ص ۶ (۵)۔ مصطفیٰ گیسر مضمون (تبصرہ مابنامہ) ص ۱۲

۴۔ جانباز مرزا، مضمون (تبصرہ مابنامہ) ص ۱۵ (۷)۔ ایضاً ص ۱۶

۵۔ عبدالرحیم، عاجز، خواجہ، "نام کا مسلمان" کوچہ رنگریزان امر ترسن، ص ۳